استسقاء کے بارے میں طریقہ نبوی:

امام رافعی کہتے ہیں کہ استسقاء کی متعدد صورتیں ہیں : (۱) صرف دعا کرنا۔

(۲) فرض نمازوں کے بعد دعا کرنا۔

(۳) سب سے بہتر یہ ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر دو خطبے دینا اور بارش کی دعا کرنا۔ (نیل الاوطار ٤/١)

امام صنعانی نے سیرت نبوی سے استسقاء کی کئی صورتیں بیان کی ہیں:

(۱) عید گاہ میں جمع ہو کر نماز استسقاء پڑھنا اور خطبہ دے کر دعا کرنا۔(متفق علیہ)

(۲) خطبہ جمعہ کے دوران ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا۔(متفق علیہ)

(۳) مسجد کے منبر پر دعا کرنا لیکن اس روایت میں نماز کا ذکر نہیں۔(سنن ابن ماجہ ۱/ ۴۰۴)

قال البوصيرى اسناده صحيح ورجاله ثقات. وقال الالبانى فيه عنعنة مدلس.

(ارواء الغليل ٢/ ١٤٦)

(۴) مسجد میں بیٹھ کر ہاتھ اٹھا کر بارش کی دعا فرمائی۔

(۵) مسجد سے باہر زوراء نامی جگہ پر احجار الزیت کے قریب بارش کی دعا فرمائی۔

(ترمذی ٤٤٣/٢)

(٦) کسی غزوہ میں مشرکین نے پہل کر کے پانی پر قبضہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارش کیلئے دعا فرمائی۔(سبل السلام ٢/ ١٠٢)

ان طریقوں میں سے مکمل ترین اور افضل طریقہ یہ ہے کہ مقررہ وقت پر عید گاہ میں لوگوں کو جمع کر کے باقاعدہ نماز استسقاء کا اہتمام کیا جائے۔

اس طریقہ کار پر کتاب الٰہی اور سنت نبوی کی روشنی میں بحث سے قبل مناسب ہوگا کہ قحط سالی کے اسباب کا جائزہ لیا جائے۔

(جاری ہے)

حقوق انسانی کی آڑ میں اسلام دشمنی

خلیل عبدالرحیم

انسانی حقوق کمیشن کا ترجمان "جہد حق" نظر سے گزرا۔ "انسانی حقوق کی جدو جہد اور اکیسویں صدی کا چیلنج" کے زیر عنوان یہ عبارت فرزندان اسلام کے سینے میں خنجر گھونپنے کے مترادف تھی:

"وہ لوگ جو اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ قانون، انسانی حقوق اور سیاست کو عقیدے سے الگ نہیں کیا جا سکتا، خواہ ملک کے بانی نے اس بارے میں کچھ بھی اعلان کیا ہو، اور ملک کی عظیم اکثریت اس بارے میں کیسے ہی خیالات رکھتی ہو، ان کے لئے ایک ہی راستہ باقی بچتا ہے۔ وہ اسلام کی ایک ایسی تعبیر پیش کریں جو زمانے کے تقاضوں پر پوری اترتی ہو"۔

اس مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام چند عقائد اور عبادات پر مشتمل ایک اخلاقی نظریہ سے بڑھ کر کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ اور نئی صدی کے تقاضوں پر پورا اترنے کیلئے دنیاوی معاملات، بین الاقوامی قوانین اور ریاستی امور بانی ملک کے ایجنڈے اور اکثریتی آبادی کی امنگوں کے تحت ہونے چاہئیں۔ اس بارے میں اسلام سے رہنمائی لینا بالکل فرسودہ روایت ہے۔ لہذا جو ان چیزوں کو عقیدے سے مربوط رکھنا چاہتے ہیں، ان پر لازمی ہے کہ اسلام کے بنیادی احکام کی تجدید کر کے اسے بالکل نئے سانچے میں ڈھال کر پیش کریں۔

واضح ہوا کہ "جہد حق" باطل سے نبرد آزما نہیں، صرف شرعی وفطری "فرض" سے جان چھڑانے کی کاوش ہے۔ ان باطل نواز اور انسانیت سوز نظریات کے پرچار کے پیچھے کون سے عوامل کار فرما ہیں؟ اس پر تبصرہ کرنے سے قبل خود اس تحریک کی چیئر پرسن کی حب الوطنی اور بانی پاکستان و عظیم عوامی اکثریت کے جذبات کی پاسداری ملاحظہ فرمائیں...... روزنامہ "اوصاف" کے مطابق انسانی حقوق کی سربراہ عاصمہ جہانگیر مئی کے پہلے عشرے میں بھارت کے دورے پر گئی تو ان کا استقبال بھارتی فوجوں نے شاندار انداز میں کیا، اور عاصمہ نے اپنے میزبانوں کے ہاتھوں مٹھائی بانٹی۔ کیا N.G.O کی سربراہ ایسے کفر نواز نظریات کی نوید سنانے بھارت نہیں گئی تھی؟ اس محب وطن نے بھارت جاکر ان افواج کے ہاتھوں مٹھائی بانٹی جو کشمیر میں چنگیز اور ہلاکو کی روایات زندہ کر رہے ہیں۔ جو

ہاتھ کشمیریوں کے لہو سے رنگین ہیں اور جن پنجوں سے مظلوم مسلمانوں کا خون ٹپک رہا ہے، ان میں مٹھائی بانٹنا یقیناً واجپائی، ایہود بارگ اور بل کلنٹن کی لونڈی کا کام ہے۔ کیا عاصمہ ایسے اسلام کی خواہاں ہے اور اپنی قوم کو ''جہد حق'' کے ذریعے یہ ''حق'' دلانا چاہتی ہے کہ جن لوگوں کے ہاتھوں مسلمانوں کی خون ریزی اور بہنوں پر دست درازی ہو رہی ہو، ان کے ساتھ عیاشی کرتے رہو، اور ان کی میزبانی کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملاتے رہو ؟

حالی نے اس بے غیرتی کا نقشہ اس انداز سے کھینچا ہے :

جہاں یہ نہیں واں نہ قوم اور نہ ملت ۔۔۔ نہ ملکی حمایت، نہ قومی حمیت
جدا سب کے رنج اور جدا سب کی راحت ۔۔۔ الگ سب کی ذلت الگ سبکی عزت

جبکہ اسلام کوئی اور تعلیم دیتا ہے "مثل المؤمنين في توادهم وتراحمهم مثل الجسد الواحد اذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى "(صحيح مسلم كتاب البر ٢/ ٣٢١)''مسلمانوں کی یگانگت اور آپس میں رحم کی مثال ایک ہی جسم کی مانند ہے، جب جسم کے کسی عضو میں تکلیف ہو تو بخار اور بے خوابی کی پورے جسم کو شکایت ہوتی ہے''۔

جبکہ عاصمہ جہانگیر ان درندوں کے ہاتھوں میں مٹھائیاں بانٹنے اور خوشیاں منانے میں مشغول ہے۔ ایسا کردار کسی غیر مسلم کو بھی نہیں بھاتا، کیونکہ یہ قومی غیرت اور حمیت کے منافی ہے۔

نیز اس کردار کی حاملہ کا بانی ملک اور وطن کی اکثریت کا نام لینا خود بانی پاکستان اور پاکستانی عوام کی انتہائی تذلیل و توہین ہے۔ اس طرح کے چند N.G.O یہود و ہنود کے ٹکوں کے عوض اس قعر مذلت میں گر کر مطمئن ہوں تو الگ بات ہے، ورنہ اہل پاکستان تو نہایت حساس اور غیرت مند قوم ہیں، دنیا کے کسی بھی خطے میں بسنے والے انسان سے اس بد کرداری کی توقع رکھنا ہی انسانیت کے منہ پر طمانچہ ہے۔ کافروں کے ڈالر اور پاؤنڈ کھا کر قومی حمیت کو داؤ پر لگانے والے ان ذلت پسندوں کے متعلق پیغمبر اسلام ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے ''تعس عبد الدينار وتعس عبدالدرهم و عبدالخميصة إن أعطى رضى وإن لم يعط سخط، تعس و انتكس وإذا شيك فلا انتقش" (بخاري مع فتح الباري ١١/ ٥٦)''اوندھے منہ گرے دینار کا بندہ، پھسل کر ہلاک ہو جائے درہم کا بندہ اور ذلیل وخوار ہو چادر کا بندہ (دنیاوی مال کا بندہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ) اسے مطلوبہ چیز دی جائے تو خوش رہتا ہے، اگر نہ ملے تو ناراض ہوتا ہے۔ وہ ہلاکت میں پڑے اور اس کا سر نیچا ہو، اور جب اسے کانٹا چبھے تو وہ بھی نہ نکلے''۔ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کے لئے بد دعا کی ہے جو جذبہ ایمانی اور غیرت ملی سے تہی

دامن ہو اور اس کی ساری تگ و دو کا مدعا حصول دولت ہو۔ ایسا شخص انسانی ڈھانچے میں چھپا ہوا خنزیر ہے جو مادی مفاد کی خاطر قومی غیرت کا سودا کرنے سے ذرہ برابر نہیں ہچکچاتا۔

مذکورہ N.G.O جس قسم کا نظام چاہتا ہے وہ بھی ایک آزمودہ نسخہ ہے، جسکو ترکی نے یورپی یونین میں شمولیت کی لالچ میں آزمایا تھا۔ یورپین غلامی کے پیش نظر ترکی نے سقوط خلافت عثمانیہ کے بعد اسلامی مدارس کا ناطقہ بند کر دیا، پردے پر پابندیاں عائد کی، اس کے جواب میں اسلام پسند ترکیوں نے اپنے بچوں کو سکولوں سے نکالا اور دوشیزاؤں کو چار دیواری کے اندر انفرادی توجہ سے پڑھانے لگے۔ یورپی یونین کے بے دام غلاموں کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا، ان کی پابندیاں بے معنی ثابت ہوئیں۔ وہ اپنی اس ناکامی کو لیکر اپنے آقاؤں برطانیہ، امریکہ اور اسرائیل سے مشورہ لینے ان کے ہاں گھٹنے ٹیک دئے۔ بھیڑیے سے زیادہ خونخوار اور لومڑی سے زیادہ مکار ان آقاؤں نے اسلام پسندوں کے روپ میں اپنی تربیت یافتہ استانیاں فراہم کیں۔ جو کہ بظاہر پردے کی پابند تھیں۔ یہ برقعے میں ملبوس، ہاتھوں میں دستانے پہنے سکولوں اور کالجوں میں درس دینے لگیں۔

ترکی کے سادہ لوح مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ ہماری حکومت کے ساتھ لاتعلقی کامیاب وکامران رہی۔ اب اسلام پر سے پابندیاں اٹھائی گئی ہیں۔ پھر اپنے بچوں کو سکول بھیجنے لگے۔ اب یہ ایجنٹ اگلے مرحلے میں دھیرے دھیرے اسلام کے خلاف شبہات پھیلانے لگیں، اسلامی اخلاقیات پر طنز کرنے لگیں، کلاس میں ہاتھوں سے دستانے اتار کر کہنے لگیں کہ کیا اسلام صرف اس دستانے اور کپڑے کے اس ٹکڑے تک محدود ہے؟ اسلام اتنا تنگ نظر نہیں کہ ایک 'برقعہ' تک محدود ہو، اس طرح اسلام کی وسعت ظرفی کا نام لے کر آہستہ آہستہ بے پردگی کو فروغ دی۔ اور آہستہ آہستہ نصاب تعلیم سے اسلامی مضامین کو خارج کیا۔ لسانی عصبیت کی آڑ میں عربی میں آذان تک پر پابندی لگائی گئی۔ یہ صرف اس لئے کیا کہ یورپی یونین میں شامل ہو اور ان سے فنڈ ملے۔ لیکن ترک اب بھی یورپی یونین میں شامل ہونے کا حسین خواب دیکھ رہے ہیں۔ ترکی اور ہمارے این۔ جی۔ اوز کا ہدف ایک ہے، ترکی بھی ہر یورپین حکم پر ''جی سر'' کہتے رہے۔ لیکن اپنے مقصد سے کوسوں دور رہے اور این۔ جی۔ او۔ بھی ان کی ہاں میں ہاں ملاتے رہیں گے۔ لیکن ان کا خواب بھی سراب ثابت ہوگا۔

مغرب پرست قوتیں یہ خیال کرتی ہیں کہ اسلام اس وقت رونما ہوا تھا کہ جب زمانہ پستی اور انحطاط کا تھا۔ اسلام کے احکامات بھی اس زمانے کے تقاضوں کے مطابق نازل ہوئے۔ اب زمانہ ترقی کے عروج پر ہے اس لئے اسلام کے احکامات دقیانوسی ہو چکے ہیں، لہٰذا اسلام کی ایک ایسی تعبیر پیش ہونی چاہئے جو مکمل طور پر برطانوی لاء کے مطابق

ہو، بل کلنٹن اور ایسو دبارگ کے نظریات سے ہم آہنگ ہو۔ ان کے نزدیک قدامت پرستوں، رجعت پسندوں کے دقیانوسی نظریات آج کے جمہوری دور میں نہیں جچتے۔ اس لئے یہ لوگ اسلام میں تبدیلی کے خواہاں ہیں کیونکہ اسلام نے صنف نازک کو الگ مرتبہ دیا اور انہیں پردہ پوشی کا حکم دیا اور صنف مخالف کے ساتھ اختلاط سے منع کیا۔ جبکہ این۔ جی۔ اوز چاہتی ہیں کہ صنف نازک زندگی کے ہر میدان میں مردوں کے دوش بدوش کھڑی ہو۔ اور اپنے نام نہاد حقوق اور آزادی کیلئے سڑکوں پر نکل کر نعرہ بازی کریں اور بھوک ہڑتال کا ڈھونگ رچائیں۔ ان کے نزدیک جنسی بے راہروی کا فروغ اور معاشرے سے انسانی اقدار کو مٹانا حقوق نسوانی میں سرفہرست ہیں۔ الغرض حقوق نسواں کے نام پر ہر ناجائز کام کے لئے قانونی تحفظ طلب کرتے ہیں۔

یا للعجب ! اسلام ایک ایسا دین ہے جس نے انسان کو انسانیت سے آگاہ کیا۔ مردوں کو اپنی ذمہ داری سے متعارف کرایا۔ عورتوں کو اپنی منزلت اور مقام سے روشناس کیا۔ مردوں کو عورتوں پر فوقیت دی۔ ﴿**الرجال قوامون علی النساء بما فضل الله بعضهم علی بعض**﴾(النساء ٣٤) ''مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس لئے کہ اللہ نے آپس میں ایک دوسرے پر فضیلت دی''۔ اسلام آخری دین ہے جس نے نہ صرف احکام شریعت میں بلکہ زندگی کے ہر موڑ پر بہترین اصول عطا کئے۔ اور دنیا خواہ کتنی ہی بدل جائے ان اصولوں کی صداقت کو آزمایا جاسکتا ہے جو کہ زمان و مکان کے قیود سے آزاد ہیں۔ خود خالق ارض و سماء نے اس انداز سے اعلان فرمایا ﴿ **الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً** ﴾ (المائدہ ٣) ''آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا، اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دیں، تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا''۔

یہ دین انسان کے فلاح دارین کیلئے کامل ترین شریعت الٰہی ہے۔ اس تکمیل کا تقاضا ہے کہ ہمیشہ کیلئے اس کے پیرو اپنے تمام اصولی ضروریات میں مستغنی ہو جائیں اور ان کو کسی بھی لمحے نئے اصولوں کی ضرورت نہ رہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿**فاقم وجهك للدين حنيفاً فطرة الله التي فطر الناس عليها لا تبديل لخلق الله ذٰلك الدين القيم ولٰكن اكثر الناس لا يعلمون**o﴾ (الروم ٣٠) ''**لا تبديل لخلق الله**'' کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں لا تبدیل لدین الله ''اللہ کے دین میں تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں''۔ کیونکہ یہی سیدھا دین ہے۔ قانون اسلامی ایک اتم اور اکمل قانون ہے کہ زمانہ سائنسی ترقی کے کتنے ہی عروج پر پہنچے یا تنزل اور پستی کی تہہ میں ہی اتر جائے، اسلامی احکامات کی صداقت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ اس کے برعکس لوگوں کے خود ساختہ قانون پر نظر دوڑائیں تو سالانہ کتنی تبدیلی لانا پڑتی ہے۔ اخباری کالموں میں کبھی کسی جج

کا بیان چھپتا ہے کہ آرڈیننس دفعہ 338 میں ترمیم کی ضرورت ہے، کیونکہ اس میں تلف جان کا خطرہ ہے۔ اور کبھی کسی جج کا بیان آتا ہے کہ آرڈیننس دفعہ 30 میں ترمیم کی جائے۔ اس طرح ہر زمانہ میں کوئی نیا سربراہ قانون اور دفعات میں تبدیلی اور ترمیم کرتا رہتا ہے۔ ان کے قانون کی نزاکت کے پیش نظر اقبالؒ نے جمہوری نظام پر کچھ یوں تبصرہ فرمایا۔

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو
کہ از مغز دو صد خر فکر انسانے نمی آید

اسی طرح اردو میں اس طرح مخاطب ہوا۔

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام؟
چہرہ روشن، اندرون چنگیز سے تاریک تر

دینی حلقوں کی یہ بات بھی بالکل درست ہے کہ سیاست کو عقیدے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اور سیاست دین کا جزو لاینفک ہے۔ سیاست کے لئے ضروری نہیں کہ وہ مغربی نظام جمہوری کا پابند ہو۔ جس شخص نے پاکستان کا تصور پیش کیا تھا ان کا نظریہ بھی یہی ہے کہ سیاست کو دین سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

قانون اسلامی ایک مکمل ضابطہ زندگی اور دستور حیات ہے، جس میں تغیر زمانہ کے ساتھ کسی نئے قانون کی تاسیس نہیں ہو سکتی اور مسلمانوں کیلئے ان کے اعمال میں کسی قسم کی جزوی قانون سازی کی بھی ضرورت نہیں۔ ہاں دین میں تجدید واحیاء ایک ضروری شے ہے اور آج بھی ہر عمل میں صرف تجدید شریعت واحیاء سنت کی جدوجہد کرنا لازمی ہے۔

تأسیس: کا معنی ہے کسی کام کے لئے از سر نو بنیاد رکھنا، جیسا کہ قرآن مجید نے بیان فرمایا ﴿ **أفمن أسس بنيانه على تقوىٰ من الله و رضوان خير أمن أسس بنيانه على شفا جرف هار فانهار به في نار جهنم والله لا يهدى القوم الظلمين** O ﴾ (التوبة ١٠٩) یہاں تاسیس از سر نو بنیاد رکھنے کے معنی میں آیا ہے۔

تجدید: کسی شے کو دوبارہ زندہ کرنے اور اس کی گمشدہ رونق اور حیات کو واپس لانے کو تجدید کہتے ہیں مثلاً ایک عمدہ عمارت موجود تھی مرور زمانہ وغفلت نگرانی کی وجہ سے ویران ہو گئی آپ اسکی مرمت کر دیں اور جو اینٹ